دیباچہ

ادبی تحقیق، تنقید اور تالیف کا ایک مقصد نہ صرف ادبی تاریخ کو مرتب کر کے اُسے صحیح ڈگر پر چلانا ہے بلکہ دوسری طرف بہت سے اوجھل ادبی کوائف اور حالات کو ریکارڈ پر لانا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ادب کی درست تفہیم کا ایک زاویہ بھی فراہم کرتی ہیں۔ ہر ادبی تاریخ میں تحریکوں کی موجودگی اور پھر ان کے معدوم ہونے کی کہانیاں ملتی ہیں اور ان کو محفوظ کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان سے ہمیں اپنے معاشرے کے تموّجات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ ادبی تحریکیں اس وقت جنم لیتی ہیں جب کسی ادبی روایت میں جمود کا احساس جنم لیتا ہے کہ ادب کا قافلہ ایک نقطہ پر رُکا ہوا ہے۔ ادبی تحریکوں کا جواز ان معاشرتی اور ثقافتی حالات میں مضمر ہوتا ہے جو اس کی آفرینش کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔

اُردو ادب میں دیگر زبانوں کے ادب کے مقابلے میں ادبی تحریکوں سے اخذ و اکتساب کا عمل ست روی سے جاری رہا ہے لیکن اس کے اثر و نفوذ سے انکار نہیں کیا جا سکتا اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بیسویں صدی میں ترقی پسند تحریک کے بعد ۱۹۶۰ء میں نئی شاعری کی تحریک ایک منظّم انداز میں اُبھر کر سامنے آتی ہے اور اپنے دیرپا اثرات اُردو شاعری پر مرتب کرتی ہے یہ نئی شاعری کی تحریک کی ایک تحریک تھی جو مجموعی تاثر کے لحاظ سے اینٹی کلاسیکل تھی نئی شاعری کی تحریک سے وابستہ شعراء کی رائے میں حلقۂ اربابِ ذوق کے شعراء کی تخلیقات بدلتے ہوئے حالات کی نیابت نہیں کر رہی تھیں اور دوسری جانب یہ ترقی پسند تحریک کی Stagnation کے خلاف ایک ردِعمل بھی ظاہر کر رہی تھی اس منظرنامے میں نئی شاعری کی تحریک کا آغاز ہوا تھا جس نے بتدریج اس عہد کے ادبی منظرنامہ کو متاثر کیا۔ یہ تحریک کلاسیکل ادب کی حاکمیت کے خلاف تھی جو فنکار کے لیے زیادہ

سے زیادہ فکری اور فنی آزادی کا مطالبہ کرتی تھی۔ اس تحریک نے غزل کی شاعری کو متروک قرار دیا نئی شاعری کے حوالے سے بہت سا تنقیدی ادب معرضِ وجود میں آیا مروّجہ شعرا بھی اس کے خلاف صف آرا ہوئے جس کی تفصیل اس عہد کے اخباروں اور ادبی رسائل میں ملتی ہے۔ اس تحریک کی نظریاتی وضاحت میں مبسوط کتابیں لکھی گئیں۔

نئی شاعری کے لیے نئی شاعری کی ترکیبِ استعمال کرتے ہیں۔ میرا جی اور ن۔ م۔ راشد کی نسل کی شاعری کے لیے وہ جدید شاعری کی ترکیب استعمال کرتے تھے۔ اُنھوں نے جدید اور نئی شاعری میں ایک حدِ فاصل قائم کی تھی لہٰذا زیرِ بحث مقالے میں اس عہد کی نئی شاعری کا جائزہ لیا جانا مقصود ہے۔ زیرِ بحث موضوع کا تقاضا ہے کہ نہ صرف نئی شاعری کی تحریک کا ایک بھرپور تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا جائے جن سے اس شعری تحریک نے بالواسطہ یا بلاواسطہ اثرات قبول کیے تھے اور آخر میں اس شعری تحریک کے ثمرات اور اثرات کا محاکمہ اہم اہداف میں شامل ہے لہٰذا زیرِ بحث مقالے میں شعری موازنے کے ساتھ ساتھ اس پر لکھی گئی تنقید کا جائزہ بھی شامل ہے۔

اس مقالے کے مباحث کا دائرہ کار ایسے افکار، مشاہدات اور احساسات پر مبنی ہے جن کے مطالعے سے ایک مخصوص فکر اور طرزِ حیات کی موجودگی کو پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگرچہ شاعری فلسفہ وفکر کا نعم البدل نہیں ہوتی اور نہ ہی محتاج لیکن اس کا توانا اظہار کائنات اور انسان کے کئی بھید کھولتا ہے۔

اس مقالے میں نئی شاعری کی تحریک سے وابستہ شعرا کی زندگیوں اور ان کی شاعری کا سلسلہ وار جائزہ لیا گیا ہے۔

راشد کے ہاں مخصوص تہذیبی حالات، تصورِ مرگ، تاریخ کا جبر، غلامی کا ارتکاز، ماضی سے مخاصمت اور مستقبل کی بے یقینی، لاتعلقی کے انفرادی احساسات سے متعلقہ موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ میرا جی نے بطور شرم اور خوف کی خود مرکزیت کے جو تجربے کیے ہیں وہ انھی سے مخصوص ہیں۔ افتخار جالب، جیلانی کامران، زاہد ڈار،

انیس ناگی کے کلام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ فہمیدہ ریاض اور کشور ناہید کی شخصیت اور نظموں کی تحلیلِ نفسی کے توسط سے نئی پاکستانی عورت کے مسائل کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مقالے کی بنیاد ایک شعری تحریک پر رکھی ہے۔ اس موضوع پر کام کرنا میرے لیے ایک مشکل مرحلہ تھا تاہم فروعی اغلاط اور کوتاہیوں کے لیے پیشگی معذرت۔

مقالے کے لیے کتب اور مواد کی فراہمی کے سلسلے میں جناب ڈاکٹر اختر علی، جناب پروفیسر ڈاکٹر سعادت سعید اور جناب ڈاکٹر تبسم کاشمیری کی شکر گزار ہوں جنہوں نے مطلوبہ کتب کے ضمن میں میری حد درجہ معاونت فرمائی۔

میں صدرِ شعبۂ اُردو پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون قادر کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ نہ صرف فراہمیِ کتب کے ضمن میں میری حددرجہ معاونت کی بلکہ ان کے مفید مشورے سے مقالے کی موضوعاتی درجہ بندی کو بہتر بنانے میں مدد ملی۔

یہ مقالہ محترم ڈاکٹر اختر علی کی زیرِ نگرانی مکمل ہوا۔ ابواب کی ترتیب سے اختتام تک ڈاکٹر اختر علی نے جس شفقت، عنایت اور توجہ کا مظاہرہ کیا، میں اسے اپنا اعزاز سمجھتی ہوں اور ان کے بہترین تعاون کے لیے ان کی احسان مند ہوں۔

سعدیہ رشید

جی سی یونیورسٹی، لاہور

☆☆☆